



سوال

(827) آٹھ رکعت تراویح پر زیادہ نوافل کا حکم

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماری مسجد اہل حدیث میں ہمارے واجب الاحترام امام صاحب اور دوسرے اہل حدیث بھائی رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں گیارہ رکعت نماز تراویح کے علاوہ باجماعت نوافل ادا کرتے ہیں۔ کتاب و سنت کی روشنی میں درج ذیل امور پر روشنی ڈال کر عند اللہ ماجور ہوں :

۱۔ باجماعت نوافل اولکیے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

۲۔ صورتِ مستولہ میں گیارہ رکعت سے زیادہ جماعت نوافل اولکیے جاسکتے ہیں۔

۳۔ بعض اہل حدیث بھائی امام محترم کے ان نوافل پڑھانے کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز فرض ادا نہیں کرتے، کیا ان کا یہ اقدام درست ہے؟

۴۔ اگر جماعت میں اختلاف اور فتنہ کا ڈر ہو تو امام محترم کو ان نوافل کو چھوڑ دینا چاہیے یا نہیں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

أقول وبالله التوفیق جہاں تک نفلی نماز کی باجماعت ادا نگلی کا تعلق ہے، اس سلسلہ میں صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کی روایات میں جواز کی صراحت موجود ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے باہن الفاظ تبویب قائم کی ہے: 'باب صلوة النوافل جماعۃ ذکرہ انس وعائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم' یعنی نفلی نماز باجماعت پڑھنے کا جواز، اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمایا ہے۔ (جلد اول ۱۵۸)

علاوہ ازیں قصہ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَسْنُ شُحْبٍ أَنْ أَصَلِّيَ لَكَ مِنْ يَتِيكَ قَالَ فَاشْرَتْ لِي إِلَى مَكَانٍ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ ﷺ وَصَفَّنَا غَلْفَةً فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ (ج: ۱، ص: ۶۰) صحیح البخاری، باب إِذَا دَخَلَ يَتِيْنَا لِيُصَلِّيَ حَيْثُ شَاءَ أَوْ حَيْثُ أَمْرٌ وَلَا يَجُشُّ، رقم: ۳۲۳)

"یعنی اے عتبان، تو کہاں پسند کرتا ہے کہ میں تیرے گھر میں تیرے لیے (تیری وجہ سے) نماز پڑھوں؟ عتبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گھر میں

ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور ہمیں اپنے پیچھے صف میں کھڑا کیا۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں!“

نمازِ رات بھی از قسم نوافل ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کو چند راتیں جماعت کے ساتھ پڑھا ہے۔ اسی بنا پر امام ابن حجر رحمہ اللہ نے بلوغ المرام میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ رکعت والی روایت ’صَلَاةُ النَّظْوَعِ‘ کے عنوان کے تحت نقل کی ہے، جب کہ امیر المومنین فی الحدیث، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ’کِتَابُ الشُّجْدِ‘ میں ذکر کیا ہے اور بایں الفاظ باب منعقد کیا ہے:

’بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ‘ (۱۵۴/۱)

واضح ہو کہ تراویح، تہجد، قیام اللیل، صلوٰۃ اللیل چاروں ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: انوار مصابیح، ص: ۹۰۔ اگرچہ ماہ رمضان میں تراویح کی جماعت کا اہتمام خاص ہے جو عام حالات سے استثنائی شکل ہے، تاہم مذکورہ بالا دلائل سے نوافل کی باجماعت مشروعیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جماعت کو صرف فرضیت کے ڈر سے ترک کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

’ابْنِي خَشِيئَةَ أَنْ يُخْتَبَ عَلَيْهِمْ‘ (صحیح ابن جناب، ذکر خیر سادس پندل علیٰ أَنَّ الْوُضْءَ غَيْرُ فَرِيضٍ، رقم: ۲۳۱۵)

”یعنی مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ نماز تم لوگوں پر فرض نہ ہو جائے۔“ (صحیح البخاری، باب شَرِيضِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى صَلَاةِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ لِهَجَابِ، رقم: ۱۱۲۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے چونکہ وحی کا سلسلہ مستقطع ہو گیا اور فرضیت کا متوقع خدشہ زائل ہو گیا۔ لہذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی مسنون کام کو نئے سرے سے دوبارہ شروع کر دیا۔ اس پر بدعت کا اطلاق صرف لغوی اعتبار سے ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے نہیں!

پھر یہ بات بھی مسلم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چند رکعتوں میں وتر کے علاوہ آٹھ رکعت پڑھائی تھیں۔ اسی بناء پر اہل علم کا کہنا ہے کہ مسنون رکعات صرف آٹھ ہیں۔

۲۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر کوئی آٹھ سے زائد پڑھنا چاہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

تو اس سلسلہ میں اہل علم کے مشہور دو قول ہیں:

(۱) آٹھ سے زیادہ مطلقاً ناجائز۔

(۲) آٹھ رکعت سے زائد عام نوافل کی حیثیت میں جائز ہیں، کوئی حرج نہیں۔ جو لوگ مطلقاً آٹھ رکعات سے زائد کے ناجائز ہونے کے قائل ہیں۔

ان کا استدلال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ان الفاظ سے ہے:

’مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَزِيدُنِي فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةِ رَكَعَةٍ‘

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہے رمضان کا مہینہ ہو یا غیر رمضان، گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔“ (صحیح مسلم، باب صَلَاةِ اللَّيْلِ، وَعَدَدُ رَكَعَاتِ النَّبِيِّ ﷺ...

الخ، رقم: ۴۳۶)، (الوادود، باب فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ، رقم: ۱۳۳۶)، (سنن ابن ماجہ، باب مَا جَاءَ فِي كَيْفِ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ، رقم: ۱۳۵۸)

لیکن یہ حصر غیر دائمی ہے، اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی دوسری روایت میں تیرہ رکعتوں کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ مزید آنکہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار چار رکعتیں،



ایک سلام سے پڑھتے، جیسے اس حدیث سے ظاہر ہے اور کبھی دو دو رکعتوں پر سلام پھیرتے۔ کئی ایک اہل علم کے نزدیک یہ دوسری صورت افضل ہے اور پہلی صورت جائز۔

اسی طرح کبھی وتر کی تین رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھتے اور کبھی دو سلام سے۔ (حضرت الاستاذ محمد رفیع روپڑی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”الجمہوریت کے امتیازی مسائل“ کے صفحہ: ۹۸، ۹۹ پر رقمطراز ہیں: ”اب ان سب کے ملانے سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ آپ ﷺ کی تراویح یا تہجد جو کچھ تھی یہی تھی، کیونکہ عشاء سے فجر تک ساری نماز، رمضان غیر رمضان کی یہی ہے۔ یہاں تک کہ بعض روایتوں میں فجر کی سنتیں بھی شامل کر لی ہیں۔ اگر محض تہجد بتلانی مقصود ہوتی تو فجر کی سنتوں کی ضرورت نہ تھی، ہاں شاذ و نادر آپ ﷺ نے فجر کی سنتوں کے بغیر بھی تیرہ پڑھی ہیں اور اخیر عمر میں آپ ﷺ نے کمزوری کی وجہ سے گیارہ سے بھی کم کر دی تھیں۔ مگر اکثری حالت رمضان، غیر رمضان میں گیارہ کی تھی۔ اس لیے گیارہ ہی پر اکتفاء کیا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے معلوم نہیں، آپ ﷺ نے کسی رات صبح تک قیام کیا ہو؟ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک ہی آیت میں صبح کر دی۔“ چنانچہ یہ دونوں روایتیں مشکوٰۃ میں موجود ہیں۔ اور بعض ایسی اور بھی ہیں۔ تو ان میں بھی موافقت کی یہی صورت ہے کہ شاذ و نادر ہی آپ ﷺ صبح تک جاگے ہیں۔ ورنہ اکثری حالت آپ ﷺ کی یہی تھی کہ کچھ سوتے اور کچھ جاگتے۔ اس قسم کے واقعات کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سارا شعبان روزے رکھتے تھے اور دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے آیا ہے کہ رمضان کے سوا کسی ماہ کے سارے روزے آپ ﷺ نے نہیں رکھے۔ تو علماء نے ان دونوں حدیثوں میں موافقت (میلوں) کی ہے کہ شعبان کے چونکہ بہت تھوڑے دن (آپ ﷺ) افطار کرتے تھے، اس لیے پہلی روایت میں مبالغہ کے لیے کہہ دیا کہ سارا شعبان روزے رکھتے تھے۔ ورنہ درحقیقت رمضان کے سوا کسی مہینہ کے سارے روزے آپ ﷺ نے نہیں رکھے۔ ملاحظہ ہو، ترمذی، ص: ۱۳۰، باب ماجاء فی وصال شعبان برَمَضان۔

پھر استاذی المکرم نے صفحہ ۱۰۲ پر لکھا ہے: ”پس ثابت ہوا کہ اصل تراویح آٹھ ہی ہیں۔ ہاں اگر کوئی نوافل زیادہ پڑھنا چاہے تو اس پر کوئی انکار نہیں، بلکہ خیر قرون میں میں سے زیادہ پڑھی گئی ہیں۔“ (رواہ احمد و مسلم)

یعنی رمضان کے آخری عشرہ میں نہایت پہلے دھا کوں کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں بہت زیادہ منہمک رہتے۔ ”دوسری روایت میں ہے:

كَانَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ أَخْبَا لِلَّيْلِ وَالْإِنْفِظَ الْهَلْهَلُ وَشَدَّ الْمَسْرُزُ (متفق علیہ) (صحیح البخاری، باب العمل فی العشر الأوّل من رمضان، رقم: ۲۰۲۳)، (صحیح مسلم، باب الاجتهاد فی العشر الأوّل من شہر رمضان، رقم: ۱۱۷۴)

یعنی ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رمضان کا آخری عشرہ آجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات خود بھی جاگتے، اپنے اہل کو بھی بیدار رکھتے اور عبادت میں مصروف رہتے۔“

تیسری روایت میں ہے:

فَأَعْنَى عَلَى نَفْسِكَ بِحَثْرَةِ السُّجُودِ (صحیح مسلم، باب فضل السُّجُودِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ، رقم: ۳۸۹)

یعنی نوافل کثرت سے پڑھ۔“

ان احادیث سے دوسرے گروہ کے لیے استدلال ہو سکتا ہے کہ آٹھ رکعات تراویح کے علاوہ عام نوافل کی حیثیت سے اضافہ کا کوئی حرج نہیں۔ زائد رکعات کی کوئی حد بندی نہیں، جس طرح کہ جمعہ سے پہلے نوافل کی کوئی حد بندی نہیں:

فَأَصْلِي تَأْتِي لَنَا (صحیح البخاری، باب: لَا يُفْرَقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يُؤْمَرُ بِالْحَمْدِ، رقم: ۹۱۰) اسی بناء پر سلف صالحین سے مختلف عدد منقول ہیں۔ اور جو تالیس تک بیان کیے جاتے ہیں۔ اسی لیے یہ کہنا درست ہے کہ آٹھ رکعت مننون ہیں اور مذکورہ نصوص کی بناء پر مزید پر جواز کا اطلاق ہے۔ نہ کہ سنیت کا۔ اس کے باوجود احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ مننون رکعت پر اکتفاء کی



جائے اور قیام اللیل کو لبا کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسی نماز افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا قیام لبا ہے۔ (صحیح مسلم، باب اَفْضَلُ الصَّلَاةِ طُولُ الْقُتُوبِ، رقم: ۷۶، سنن ابن ماجہ، رقم: ۱۳۲۱)

۳۔ صرف اس فعل کی بنا پر امام مذکور کی اقتداء میں فرض نماز ادا نہ کرنا غیر درست ہے۔

۴۔ امام صاحب کے اس فعل سے اگر فتنہ کا ڈر ہو تو انہیں وہی کردار ادا کرنا چاہیے جو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی ترمیم کے سلسلہ میں ادا کیا تھا۔ یعنی عزم کے باوجود بناء کعبہ میں تصرف کا ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا:

يَا عَائِشَةُ لَوْلَا اَنْ فُتِحَ عِنْدَهُمْ قَالِ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِحُفْرٍ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَنَا بَابَيْنِ (صحیح مسلم، باب نَقْضِ الْكَعْبَةِ وَبِنَائِنَا، رقم: ۱۳۳۳)

یعنی اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اگر تیری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی... ابن الزبیر نے کہا، یعنی کفر سے اسلام میں نئی نئی داخل نہ ہوئی ہوتی، تو میں کعبہ کے دو دروازے بنا دیتا!

اس پر امام بخاری رحمہ اللہ نے باین الفاظ تہویب قائم کی ہے:

بَابُ مَنْ تَرَكَ الْإِخْتِيَارَ مَخَافَةَ أَنْ يُتَضَرَّ فَمُ النَّاسِ فَيَقْتُوْنِي أَشَدَّ مِنْهُ (ج: ۱، ص: ۲۴)

یعنی بعض ایسی چیزوں کو چھوڑ دینے کا باب، جو لوگوں کی سمجھ نہ آسکے کی بنا پر ان کے لیے فتنہ کا باعث بن جائیں۔

رہے مقتدی، تو ان کو چاہیے کہ اپنے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فعل کو نمونہ بنائیں، جب کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں رباعی (چار رکعتی) نماز کو قصر کی بجائے مکمل پڑھا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر قصر کے قائل ہونے کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز مکمل پڑھی۔ لیکن فرمایا:

قَلَيْتُ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّحَتَانِ (صحیح البخاری، باب الصَّلَاةِ بِمَنَى، رقم: ۱۰۸۳)

یعنی "کاش، میرا حصہ یہ ہو کہ چار رکعات میں سے میری دو رکعات ہی قبول ہوں۔"

اس پر کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کیوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَنْخَلَاوْتُ شَرَّ سُنَنِ اَبِي دَاوُدَ، باب الصَّلَاةِ بِمَنَى، رقم: ۱۹۶۰ "اختلاف بُرئِ شَنِے ہے۔"

اسی کے مشابہ قصہ، صحیح بخاری، میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ (صحیح البخاری، باب الصَّلَاةِ بِمَنَى، رقم: ۱۰۸۳)، حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ:

صَلُوْهُ السَّافِرِ رَكْعَتَانِ مَنْ خَالَفَ الشُّنَّةَ كَفَرَ "مسافر کی نماز دو رکعتیں ہی ہے۔ جس نے سنت کی مخالفت کی، اس نے کفر کیا۔"

پس ان واقعات کی روشنی میں امام و مقتدی، دونوں ہی کو اس مسئلہ پر شدت اختیار نہ کرتے ہوئے اختلاف سے باز رہنا چاہیے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ عملہ مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا فرمائے۔ آمین



فتاوى حاقظ ثناء التمدنى

كتاب الصلوة: صفحه: 698

محدث فتوى